© rasailojaraid.com

قرآن میں غور وفکر کا حکم اور جدید حقائق کا انکشاف

تحقیق: گیری ملر

مترجم صفوت علی قدوائی

قرآن نہ صرف مسلمانوں کے لئے ایک معجز نما مقدس صحیفہ ہے...... جو انہیں دل و جان سے عزیز ہے بلکہ غیر مسلم بھی، اسلام سے متنفر اور بیزار لوگ بھی اسے ایک حیرت انگیز کتاب قرار دیتے ہیں۔

گہری نظر سے قرآن کا تنقیدی جائزہ لینے والے غیر مسلم جب اسے اپنے اندازوں کے برعکس پاتے ہیں، تو سخت حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔قرآن کے بارے میں وہ یہی قیاس کرتے ہیں کہ یہ چودہ سو سال قبل صحرائے عرب سے نمودار ہونے والی ایک قدیم کتاب ہے۔ اس لئے یہ بھی اسی طرح کی تصنیف ہوگی جیسی کسی صحرائی پس منظر میں لکھی جانے والی کوئی کتاب ہوسکتی ہے......اور پھر انہیں پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب تو ان کی سوچ اور گمان سے قطعاً کوئی مطابقت اور مماثلت نہیں رکھتی۔ اس کے علاوہ قرآن کے بارے میں ان کا پہلا خیال یہی ہوتا ہے کہ چونکہ یہ صحرائی علاقے سے تعلق رکھنے والی ایک قدیم کتاب ہے، اس لئے اس میں صحرا کا ذکر بھی ہونا چاہئے۔ ہاں، قرآن صحرا کے بارے میں بتاتا ہے، اس کی بعض تشبیہات اور استعاروں میں صحرا کا بیان ہے۔ مگر اس میں سمندر کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ سمندر میں طوفان کے وقت کیا کیفیت ہوتی اور کیسا محسوس ہوتا ہے۔

چند سال پہلے ٹورانٹو کے ایک اخبار میں ایک شخص کا قصہ چھپا تھا، جو تجارتی بحری جہاز پر کام کرتا تھا۔ اس کے ایک مسلمان دوست نے اسے قرآن کا ترجمہ پڑھنے کو دیا۔ یہ شخص اسلام کی تاریخ کے بارے میں تو کچھ نہیں جانتا تھا، مگر قرآن پڑھنے میں ضرور دلچسپی رکھتا تھا۔ قرآن پڑھنے کے بعد جب وہ اسے اپنے مسلم دوست کو واپس کرنے پہنچا، تو اس نے پوچھا، ''کیا محمد (ﷺ) ملاح تھے۔'' وہ اس بات سے بڑا متاثر تھا کہ سمندری طوفان کی کتنی صحیح منظر کشی کی گئی ہے۔ جب اسے بتایا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا کہ نہیں محمد ﷺ تو درحقیقت صحرا کے رہنے والے تھے۔اس کے لئے اتنا ہی کافی تھا، اس نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔ وہ سمندر میں اٹھنے والے طوفان کے بارے میں قرآن کے بیان سے اس قدر متاثر اس لئے ہوا کہ سمندر میں طوفان کے تجربہ سے خود بھی گزر چکا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ جس نے بھی اس کے بارے میں لکھا ہے، وہ بھی سمندر میں طوفانوں کے تجربوں سے گزر چکا ہے۔ وہ حیران ہوا کہ قرآن کا مصنف (محمد ﷺ) سمندر میں کبھی گیا ہی نہیں، وہ تو صحراؤں کا باسی تھا۔ اسے اصل بات سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ اس نے یقین کرلیا کہ یہ کتاب انسانی تصنیف نہیں، الہامی ہدایت نامہ ہے۔ سمندر میں طوفانی مظاہر کا بیان..... (اَو کَظُلُمٰتٍ فِی بَحرٍ لُجِّیٍ یَغشٰهُ مَوجٌ مِن فَوقِهٖ مَوجٌ مِن فَوقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعضُهَا فَوقَ بَعضٍ اِذَا اَخرَجَ یَدَهٗ لَم یَکَد یَرٰهَا) ''جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا، کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے، اس پر ایک اور موج، اور اس کے اوپر بادل۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے دیکھ بھی نہ پائے''۔(۱) ......کسی کے تخیل کی کارفرمائی نہیں ہوسکتی۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو سمندر میں طوفان کی حقیقت سے آشنا ہو۔

یہ اس کی ایک مثال ہے کہ قرآن زمان و مکان کا پابند نہیں۔ اس میں جو سائنسی نظریات اور حقائق بیان کیے گئے ہیں، یقیناً وہ بھی ۱۴ سو سال قبل صحرا میں جنم نہیں لے سکتے تھے۔ پھر اگر ایک ''قدیم کتاب'' میں صحت یا طب کے موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے تو پڑھنے والا یہ توقع کرسکتا ہے کہ اس میں امراض کے انسداد یا علاج کے فرسودہ طریقے بھی موجود ہوں گے۔ مختلف تاریخی ذرائع سے ثابت ہے کہ محمد ﷺ نے تندرستی اور حفظانِ صحت کے بارے میں بھی بعض نصیحتیں کی ہیں، جن کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ غیر مسلم پہلی نظر میں اسے ایک طرح کی فروگزاشت پر محمول کرتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اللہ نے اتنی مفید معلومات قرآن میں کیوں شامل نہیں کیں؟ بعض مسلمان ان کے عہد کے لئے انتہائی موزوں اور قابل عمل تھے، مگر اپنی بیکراں حکمت کی بناء پر اللہ کو علم تھا کہ طب و سائنس کی ترقی کے نتیجہ میں ہونے والی ایجادات و انکشافات کی بناء پر یہ معلومات قبل از وقت محسوس ہوسکتی ہیں۔ اور لوگ الجھن میں پڑ سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چونکہ اللہ غیر مسلموں کو ایسا کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ قرآن یا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں کسی تضاد کا دعویٰ کر سکیں۔ اس لئے اللہ نے قرآن میں وہی معلومات اور مثالیں شامل کیں جو وقت کی ہر آزمائش پر پوری اتر سکیں۔

تاہم جب قرآن کے اصل حقائق کو کتاب وحی کی حیثیت سے پرکھا جاتا ہے تو پورا معاملہ اپنے صحیح تناظر میں ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ دلائل کی غلطیاں واضح ہو جاتی ہیں اور بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن اللہ کی وحی ہے اور اس کی تمام معلومات کا منبع اللہ کی ذات ہے۔ قرآن اللہ نے خود نازل کیا ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے جو تخلیق سے پہلے موجود تھا۔ اس لئے نہ اس میں کوئی اضافہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کوئی کمی یا ترمیم کی جاسکتی ہے۔ حقیقتاً قرآن تو رسول اللہ ﷺ کے خلق ہونے سے پہلے ہی مکمل شکل میں موجود تھا۔ اسی لئے اس میں رسول اللہ ﷺ کے اپنے الفاظ یا احادیث موجود نہیں ہیں۔ قرآن میں ان کے ارشادات شامل کرنے سے قرآن کے اصل مقصد کی نفی ہوتی ہے، اس کی صداقت شک وشبہ میں پڑ جاتی ہے اور اللہ کی وحی کی حیثیت سے قرآن پر یقین میں خلل پڑتا۔

قرآن میں گھریلو علاج کے ایسے کوئی طریقے نہیں ملیں گے، جن کے بارے میں کوئی یہ دعویٰ کر سکے کہ یہ ازکار رفتہ اور غیر موثر ہیں۔ نہ ہی قرآن مین اس بارے میں کسی انسان کے ذاتی خیالات ملیں گے کہ صحت کے لئے کیا کچھ مفید ہے یا کون سی غذا سب سے اچھی ہے یا کسی مرض کا علاج کیا ہے۔ قرآن میں علاج کے حوالے سے صرف ایک چیز کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ شہد میں شفاء ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اس بات سے اختلاف کر سکتا ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ قرآن کسی انسان کی ذہنی اختراع ہے، تو پھر اسے یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اس میں اس انسان کے خیالات کی تھوڑی بہت جھلک بھی ہوگی، جس نے اسے تصنیف کیا ہے۔ دراصل چند انسائیکلوپیڈیا اور بعض دیگر کتابیں ایسی ہیں، جن میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ نعوذ باللہ قرآن دماغی واہموں کا نتیجہ تھا۔ اگر یہ دعویٰ درست ہوتا، اگر یہ سب کچھ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں موجود بعض نفسیاتی مسائل کا نتیجہ ہوتا، تو پھر قرآن میں اس کی واضح شہادت بھی ملتی۔ یا قرآن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی کوئی شہادت ہے؟ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ایسی کوئی بات ہے یا نہیں، معترض کو پہلے ان چیزوں کا تعین کرنا چاہئے جو اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ کا محور بن سکتی تھیں اور پھر ان خیالات اور افکار کا پرتو قرآن میں تلاش کرنا چاہئے۔

یہ بات تو سب کے علم میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت مشکل حالات میں زندگی گزاری۔ ایک کے سوا ان کی تمام صاجزادیاں ان کے سامنے ہی وفات پا گئیں۔ ان کی ایک زوجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو انہیں بہت عزیز اور ان کے لئے بڑی اہم ہستی تھیں، وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے انتہائی نازک اور کٹھن دور میں انتقال کر گئیں۔ حقیقتاً وہ بڑی عظیم خاتون تھیں، کیونکہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ وحی اتری تو انہیں گھبراہٹ محسوس ہوئی اور وہ فوراً ان کے پاس پہنچے۔ یقیناً آج کے اس دور میں بھی کوئی ایسا عرب مشکل ہی سے ملے گا' جو آپ سے کہے کہ "میں اتنا خوفزدہ تھا کہ میں دوڑ کر بیوی کے پاس پہنچا"۔ یہ بات عربوں کے انداز اور مزاج کے خلاف ہے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ خدیجہ کو نزول وحی کا سارا ماجرا بیان کیا اور جواباً ان کے تسلی دلانے سے سکون ملا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کتنی موثر اور مضبوط شخصیت کی مالک تھیں۔

اگر چہ یہ مثالیں صرف ان چند موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں، جن پر محمد ﷺ کی ذہنی توجہ مرکوز رہی ہوگی۔ مگر میرا نقطہ نظر پوری طرح درست ثابت کرنے کے لئے یہی چند مثالیں کافی ہیں۔ قرآن میں ان میں سے کسی بات کا ذکر نہیں ہے، نہ آپ کے بچوں کی وفات کا تذکرہ ہے، نہ آپ ﷺ کی محبوب رفیقہ حیات خدیجہؓ کی وفات کا ذکر ہے اور نہ ہی نزول وحی کی تفصیل درج ہے، جس کے بارے میں محمد ﷺ نے بڑے ہی خوبصورت پیرایہ میں اپنی اہلیہ کو آگاہ کیا تھا۔ تاہم اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں یہ تمام امور آپ ﷺ کے لئے دکھ، الجھن اور پریشانی کا سبب بنے ہوں گے۔ اب اگر قرآن آپ ﷺ کی کسی نفسیاتی یا اضطراری سوچ کا نتیجہ ہوتا تو پھر اس میں ان مذکورہ امور اور دیگر موضوعات کا احاطہ بھی کیا گیا ہوتا، یا کم از کم ان کا تذکرہ تو ضرور ہی کیا گیا ہوتا۔

محمد ﷺ کی بعثت سے بھی صدیوں پہلے یونانی فلسفی دیما قریطس کا پیش کردہ، نظریہ جوہریت، موجود تھا اور دیما قریطس کے بعد بھی لوگ یہی سمجھتے تھے کہ مادہ انتہائی مختصر، ناقابل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقسیم اور لافانی ذرات سے بنا ہے۔ عرب بھی اسی نظریہ کو تسلیم کرتے تھے۔ درحقیقت عربی لفظ ذرہ کسی شے کے اس مختصر ترین جزو کی نشان دہی کرتا ہے، جو کسی انسان کے احاطہ خیال میں آسکتا ہے۔ اب جدید سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مادہ کی اس مختصر ترین اکائی (ایٹم یا جوہر یا ذرہ) کو، جس میں بعینہٖ اس عنصر کے تمام خواص موجود ہوں، اس کے اجزائے ترکیبی میں توڑا اور تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک نیا نظریہ ہے، جو گذشتہ صدی میں سامنے آیا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر یہ حقیقت قرآن میں پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔ ''**لا یعزب عنہ مثقال ذرہ فی السموٰت ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتاب مبین ٥**''...... اس سے ذرہ برابر نہ کوئی چیز آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے، نہ زمین میں۔ نہ ذرے سے بڑی اور نہ اس سے چھوٹی۔ سب کچھ ایک نمایاں دفتر میں درج ہے۔ (۲) یقیناً ۱۴سو سال قبل یہ بات تو کسی عرب کو بھی غیر معمولی محسوس ہوتی، کیونکہ ان کے نزدیک تو ذرہ ہی مختصر ترین شے تھی۔ یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ قرآن کوئی پرانی داستان نہیں ہے اور یہ زمان و مکان کی حدوں سے ماوراء ہے۔

قرآن کو خالصتاً سائنسی نقطہ نظر سے پرکھنا ممکن ہے۔ کیونکہ جو باتیں قرآن میں بتائی گئی ہیں، وہ دیگر صحف انبیاء میں بالخصوص اور دوسرے مذاہب میں بالعموم نہیں ملتیں، جو سائنسی نقطہ نگاہ سے درست ثابت ہو سکیں۔ آج نظام کائنات کے بارے میں لوگ مختلف خیالات و نظریات رکھتے ہیں اور ایسے لوگ دنیا میں ہر جگہ موجود ہیں، لیکن سائنسدان ان کی بات سننے کے بھی روادار نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ صدی میں سائنسدانوں نے جھوٹے دعوؤں کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھنے کا طریقہ رائج کر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی نظریہ ہے تو پھر آپ ہمیں اس نظریہ کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کا طریقہ بھی بتائیے، ورنہ ہمیں پریشان نہ کیجئے۔

بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں سائنسدانوں نے آئن سٹائن کے دعوے پر دھیان دیا تو اس کا سبب بھی یہی تھا۔ اس نے ایک نظریہ پیش کیا اور کہا کہ میرے خیال کے مطابق کائنات اس انداز میں کام کرتی ہے اور میرے اس خیال کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کے یہ تین طریقے ہیں۔ چنانچہ سائنسدانوں کی جماعت نے اس کے نظریہ کی جانچ پڑتال شروع کی اور چھ سال کے اندر اس کا یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظریہ تمام تجربات پر پورا اترا اور درست ثابت ہوا۔ اس سے اس کی عظمت ثابت نہیں ہوتی، لیکن یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ اس کا نظریہ اس قابل تھا کہ اسے سنا جائے، کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میرا خیال یہ ہے اور اگر تم مجھے غلط ثابت کرنا چاہتے ہو، تو اس کے لئے یہ طریقہ آزمالو یا اس طریقہ سے کوشش کر کے دیکھ لو اور غلط ثابت کر کے دکھاؤ۔

قرآن بھی باطل نظریات کو پرکھنے کا بالکل یہی طریقہ تجویز کرتا ہے۔ بعض قدیم نظریات سچ ثابت ہو چکے ہیں اور بعض باطل نظریات بغیر کسی ثبوت کے ابھی تک موجود ہیں۔ بنیادی طور پر قرآن یہی کہتا ہے کہ اگر یہ کتاب سچی نہیں ہے، جس کا کہ وہ دعوی کرتی ہے، تو تم اس اس طریقہ سے اس کا ابطال ثابت کرو۔ یقیناً ۱۴ سو سال کے اس طویل عرصہ میں کوئی بھی شخص کسی بھی طریقے سے قرآن کی کسی بات کو غلط ثابت نہیں کر سکا۔ اس لئے اس کی سچائی آج بھی تسلیم کی جاتی ہے اور اسے ایک مصدقہ کتاب تصور کیا جاتا ہے۔

میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ اسلام کے بارے میں اگر کبھی آپ کا کسی سے کوئی اختلاف ہو، کوئی مخالف یہ دعوی کرے کہ وہ حق پر ہے اور آپ تاریکی میں بھٹک رہے ہیں، تو آپ تمام تاویلات اور دلائل چھوڑ کر اس سے صرف اتنا پوچھئے کیا تمہارے مذہب میں جھوٹ کی پرکھ کا کوئی طریقہ ہے؟ اگر میں تم پر کسی چیز کا وجود ثابت کر دوں تو کیا تمہارے مذہب میں بھی کوئی چیز ہے جو تمہاری غلطی ثابت کر سکے؟ کوئی بھی ایسا طریقہ ہے؟ میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ نہ کوئی معیار، نہ کسوٹی اور نہ ثبوت۔ کچھ بھی نہیں! اس کی وجہ یہی ہے کہ ایسے لوگ یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ انہیں اپنے خیالات اور نظریات پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس کا موقع دینا چاہئے کہ وہ ان کی سوچ کو غلط ثابت کر سکیں۔ تاہم اسلام میں اس کا پورا اہتمام ہے۔

اسلام کسی شخص کو مذہب کی سچائی کو پرکھنے اور اسے غلط ثابت کرنے کا کیسا موقع فراہم کرتا ہے، اس کی ایک ٹھوس مثال چوتھی سورہ میں ملتی ہے اور میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ جب پہلی مرتبہ مجھے اس چیلنج کا پتہ چلا تو سخت حیرت ہوئی۔ اس میں کہا گیا ہے کہ: **افلا یتدبرون القرآن**

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً ○ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا، تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔ (۳) یہ غیر مسلموں کو کھلا چیلنج ہے۔ بنیادی طور پر یہاں غیر مسلم کو یہ دعوت دی جارہی ہے کہ وہ اس میں غلطی تلاش کر کے دکھائے۔ اس حقیقت سے قطع نظر کہ یہ ایک سنجیدہ اور مشکل چیلنج ہے، پہلا غور طلب نکتہ یہ ہے کہ فی الحقیقت اس قسم کا چیلنج پیش کرنا انسانی فطرت کا خاصہ نہیں، اور نہ ہی یہ بات انسان کی شخصیت سے کوئی مطابقت رکھتی ہے۔ کوئی ایسا نہیں کرتا کہ اسکول میں امتحان دے اور آخر میں ممتحن کے لئے یہ پیغام بھی تحریر کردے کہ "یہ امتحان بالکل صحیح ہے اور تمام جوابات بالکل درست ہیں۔ ان میں کوئی غلطی نہیں۔ اگر آپ کوئی غلطی تلاش کرسکتے ہیں تو کر کے دکھائیں!" کوئی بھی ایسا نہیں کرتا، کیونکہ پھر ممتحن جب تک غلطی تلاش نہیں کرلے گا، اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا۔ تاہم قرآن لوگوں کو اسی انداز میں قائل کرتا ہے۔

قرآن کا ایک اور پسندیدہ انداز وطریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے قاری کو بار بار نصیحت کرتا اور مشوروں سے نوازتا ہے۔ قرآن مختلف حقائق سے آگاہ کرتا اور پھر مشورہ دیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر تم کسی چیز کے بارے میں زیادہ جاننے کے خواہش مند ہو یا جو کچھ کہا گیا ہے اس پر تمہیں کوئی شک ہے، تو پھر ان لوگوں سے پوچھو جو صاحب علم ہیں۔ یہ بھی ایک حیران کن بات ہے۔ یہ کوئی عام سی بات نہیں ہے کہ جس نے کبھی جغرافیہ، نباتیات، حیاتیات وغیرہ کے علوم میں تربیت پائی ہو نہ کوئی مشق کی ہو، وہ ان پر بحث بھی کرے اور پھر پڑھنے والے کو یہ مشورہ بھی دے کہ "اگر تم کو اس میں کوئی شک ہے، تو پھر ان لوگوں سے پوچھو جو صاحب علم ہیں۔ یہ بھی ایک حیران کن بات ہے۔ یہ کوئی عام سی بات نہیں ہے کہ جس نے کبھی جغرافیہ، نباتیات حیاتیات وغیرہ کے علوم میں تربیت پائی ہو نہ کوئی مشق کی ہو، وہ ان پر بحث بھی کرے اور پھر پڑھنے والے کو یہ مشورہ بھی دے کہ "اگر تم کو اس میں کوئی شک ہے تو تصدیق کے لئے ان علوم کے ماہرین سے رجوع کرو"۔ ہر عہد میں ایسے مسلمان گذرے ہیں، جنھوں نے قرآن کے مشوروں پر عمل کیا اور حیرت انگیز حقائق کا انکشاف کیا۔ اگر صدیوں پہلے کے مسلم سائنسدانوں کے کارناموں پر نظر ڈالی جائے، تو ان کی تصانیف میں قرآن کے حوالے کثرت سے ملیں گے۔ ان کی تحریروں میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے کسی چیز کی جستجو اور تلاش میں فلاں فلاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقام پر تحقیق کی، کیونکہ اس مقام کا اشارہ انہیں قرآن سے ملا تھا۔

مثلاً قرآن انسان کی تخلیق کا ذکر کرتا ہے اور پھر پڑھنے والے کو اس پر تحقیق کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ بھی بتاتا ہے کہ تحقیق کا آغاز کہاں سے کیا جائے اور لوگوں کو اس کا مزید علم حاصل کرنے کی تلقین بھی کرتا ہے۔ آج مسلمان اس چیز سے بڑی حد تک اغماض برتنے لگے ہیں، مگر یہ کوئی کلیہ نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل مثال سے ظاہر ہے۔

چند سال پہلے سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں کچھ لوگوں نے وہ تمام قرآنی آیات جمع کیں، جن میں علم الجنین ...... رحم مادر میں بچہ کی ابتدائی شکل ...... کا بیان تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس بارے میں قرآن یہ کہتا ہے تو کیا یہ سچ ہے؟ اس طرح درحقیقت ان لوگوں نے قرآن کی اس نصیحت پر عمل کیا کہ صاحبان علم سے دریافت کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس کے لئے ایک غیر مسلم کیتھ مور کو منتخب کیا جو ٹورانٹو یونیورسٹی میں علم الجنین کے پروفیسر ہیں۔ کیتھ مور علم الجنین پر کئی نصابی کتابوں کے مصنف ہیں اور پوری دنیا میں اس موضوع کے ماہر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ کیتھ مور کو ریاض بلایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ آپ کے اس مخصوص موضوع کے بارے میں قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ یہ رہا۔ کیا یہ سچ ہے؟ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

ریاض میں پروفیسر کیتھ مور کو ان آیات کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ترجمے میں پوری مدد فراہم کی گئی اور ان کی خواہش اور ضرورت کے مطابق ہر طرح کا تعاون کیا گیا۔ پروفیسر کیتھ مور آیات کے اس تحقیقی مطالعہ سے اخذ کردہ نتائج پر ششدر رہ گئے اور اس حد تک متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی نصابی کتب میں تبدیلی کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب ہماری پیدائش سے پہلے (Before We Are Born...) کے دوسرے ایڈیشن میں جنین کی تاریخ سے متعلق حصہ میں بعض اہم امور اور حقائق بھی شامل کئے، جن کا علم انہیں قرآن کے مطالعہ سے ہی ہوا تھا اور جو پہلے ایڈیشن میں موجود نہیں تھے۔ یقیناً اس سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہر دور اور ہر عہد کے لئے موزوں ہے اور قرآن پر ایمان رکھنے والے وہ باتیں بھی جانتے ہیں جو دوسرے نہیں جانتے۔

میں نے ٹیلی ویژن کے لئے ڈاکٹر کیتھ مور کا انٹرویو لیا تھا اور ہم نے اس بارے میں خاصی تفصیلی گفتگو کی تھی۔ ڈاکٹر کیتھ مور نے اس موضوع پر کھل کر اظہار خیال کیا اور سلائیڈز کی مدد سے اس کی وضاحت کی۔ پروفیسر نے بتایا کہ رحم مادر میں انسانی وجود کی نشوونما اور ارتقائی عمل کے بارے میں قرآن میں بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کے بارے میں آج سے تیس برس قبل تک کسی کو علم نہیں تھا۔ خاص طور پر قرآن میں انسان کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ ایک مرحلہ پر اس کی کیفیت جونک کی طرح خون کے جمے ہوئے قطرے (علق) جیسی ہوتی ہے۔ (سورۃ الحج: آیت ۵، المومنون: ۱۴، اورالمومن: ۶۷) میں اس کا بیان ہے اور یہ بات میرے لئے بالکل نئی تھی۔ مگر جب میں نے اس کی چھان بین کی تو مجھے پتہ چلا کہ یہ بات سچ ہے اور پھر میں نے اسے اپنی کتاب میں شامل کر لیا، حالانکہ اس سے پہلے میں نے اس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ پھر میں محکمہ حیوانات گیا اور علق (Leech) کی تصویر مانگی تو پتہ چلا کہ اس کی شکل ہو بہو انسانی جنین کی طرح ہے۔ تب میں نے دونوں تصویریں اپنی نصابی کتاب میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ڈاکٹر مور نے جنین کی عینی تعلیم (Clinical Embroylogy) کے بارے میں بھی ایک کتاب لکھی اور جب انہوں نے قرآن کے حوالوں پر مبنی یہ معلومات پیش کیں تو پورے کینیڈا میں ہلچل مچ گئی۔ اخبارات میں صفحہ اول پر خبریں لگیں۔ بعض سرخیاں خاصی مضحکہ خیز تھیں۔ مثلاً ایک اخبار نے یہ سرخی لگائی: ''دعاؤں کی ایک قدیم کتاب میں حیرت انگیز بات کا انکشاف!''۔ اس مثال سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ ٹھیک طرح سے یہ سمجھتے ہی نہیں کہ اصل بات کیا ہے۔ ایک اخباری رپورٹر نے ڈاکٹر مور سے یہ سوال کیا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ عربوں کو ان چیزوں کے بارے میں پہلے سے ہی علم ہو اور وہ جنین کی وضع قطع، اس میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور نشوونما کے بارے میں جانتے ہوں۔ مان لیا کہ وہ سائنسدان نہیں ہوں گے، مگر ہو سکتا ہے کہ اپنے طور پر انہوں نے کچھ تجربات کئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں، چیر پھاڑ کی ہو اور ان چیزوں کی جانچ پڑتال سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو۔

ڈاکٹر مور نے اس سے کہا کہ تم نے اس انتہائی اہم نکتہ پر غور نہیں کیا کہ جنین کی یہ تمام سلائیڈز، جو پروجیکٹر پر دکھائی گئی ہیں، ان کی تصاویر مائیکرواسکوپ کے ذریعہ بنائی گئی ہیں۔ اگر ۱۴سو سال پہلے کسی نے جنین دریافت کرنے کی کوئی کوشش کی بھی ہوگی، تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس وقت کسی کے لئے اسے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔

قرآن میں جنین کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ اس کی اس قدر باریک اور مختصر شکل کے بارے میں ہے، جسے خوردبین کی مدد کے بغیر آنکھ سے دیکھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ جب کہ دوسو سال سے کچھ عرصہ پہلے تک خوردبین کا وجود ہی نہیں تھا۔ ڈاکٹر مور نے طنزیہ انداز میں کہا کہ ہاں یہ ممکن ہے کہ ۱۴سو سال قبل کسی کے پاس خوردبین رہی ہو، جسے اس نے صیغہ راز میں رکھا ہوا اور پھر اس کی مدد سے اس نے یہ تمام تحقیقی عمل انجام دے ڈالا ہو اور کہیں کوئی غلطی بھی نہ کی ہو۔ اس کے بعد اس محقق نے کسی نہ کسی طرح یہ بات محمد ﷺ کو بھی بتادی ہوگی اور ان سے یہ اصرار کیا ہوگا کہ وہ اسے اپنی کتاب میں شامل کرلیں۔ اس کے بعد اس نے اپنی اس خوردبین کو تباہ کردیا ہوگا اور یہ بات ہمیشہ راز میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ کیا تم یہ بات مانتے ہو؟ کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر تمہیں ایسی مضحکہ خیز بات کا یقین بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اس سوال پر کہ آپ قرآن میں جنین کے بارے میں ان معلومات کی کیا توضیح پیش کریں گے، پروفیسر مور نے کہا کہ یہ قدرت کے اسرار ہیں جنہیں صرف اللہ ہی منکشف کرسکتا تھا!'

ہرچند کہ مذکورہ بالا مثال ایک ایسے شخص کی ہے جو قرآن کے حقائق کے بارے میں تحقیق کرنے والا ایک غیر مسلم ہے، لیکن یہ مثال اس لئے معتبر اور مستند ہے کہ جس موضوع پر تحقیق کی جارہی ہے اس میں اس کا علم اور مہارت تسلیم شدہ ہے۔ اگر یہ دعویٰ کسی عام آدمی نے کیا ہوتا کہ قرآن جنین کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے وہ سچ ہے، تو پھر شاید اس کی بات لوگوں کیلئے قابل قبول نہ ہوتی۔ لیکن جب کوئی مانا ہوا عالم و فاضل شخص، جو اپنے علم و فضل کی بناء پر محترم بھی ہو اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معتبر بھی، اپنے شعبہء علم کے کسی موضوع پر تحقیق کر کے کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے، تو اس نتیجہ کو صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

پروفیسر مور کے ایک رفیق کار مارشل جانسن ٹورانٹو یونیورسٹی میں شعبہ ارضیات (Geology) میں تدریس و تحقیق کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ جب انہیں پتہ چلا کہ جنین کے بارے میں قرآن میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے، تو قرآن سے ان کی دلچسپی بہت بڑھ گئی اور انہوں نے مسلمانوں سے یہ درخواست کی کہ قرآن میں ان کے اپنے مخصوص مضمون ارضیات سے متعلق جتنی بھی آیات ہیں انہیں اکٹھا کر دیا جائے۔ جب ان آیات میں بیان کئے ہوئے حقائق کا جائزہ لیا گیا تو ان کی صداقت پر سب ایک بار پھر سخت حیرت میں پڑ گئے۔ چونکہ قرآن میں جن موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے ہر موضوع کا احاطہ کرنے کے لئے یقیناً بہت زیادہ وقت درکار ہوگا۔ اس گفتگو کے حوالے سے اتنا کہنا کافی ہوگا کہ قرآن مختلف موضوعات کے بارے میں حقائق اختصار سے مگر بڑے ہی واضح انداز میں بیان کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قاری کو یہ نصیحت بھی کرتا ہے کہ وہ ان بیانات کی سچائی کی تصدیق کے لئے ان علوم کے ماہرین کی تحقیق سے استفادہ کریں۔ جنین اور ارضیات کے بارے میں ان مثالوں سے یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہوگئی ہے کہ قرآن معتبر بھی ہے اور مستند بھی۔

بے شک قرآن کا جو طرز بیان ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا۔ قرآن جب کسی چیز کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے تو قاری کو یہ بھی بتاتا ہے کہ پہلے تم کو یہ بات معلوم نہیں تھی۔ کسی اور مذہبی صحیفہ میں اس قسم کا دعویٰ نہیں ملتا۔ اس وقت جتنی بھی قدیم مذہبی تحریریں یا کتابیں موجود ہیں ان میں معلومات تو بے شمار ہیں، مگر ان میں ہمیشہ یہی بتایا جاتا ہے کہ یہ معلومات حاصل کہاں سے ہوئیں۔ مثلاً انجیل میں جب قدیم تاریخی واقعات بیان ہوتے ہیں تو یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ بادشاہ اس جگہ رہتا تھا اور اس بادشاہ نے کون سی جنگ لڑی اور کس بادشاہ کے کتنے بیٹے تھے لیکن ان میں ہمیشہ یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اگر پڑھنے والے کو اور زیادہ معلومات درکار ہوں تو اسے چاہئے کہ فلاں فلاں کی کتاب پڑھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ معلومات اسی کتاب سے ملی ہیں۔اس کے برعکس قرآن اپنے قاری کو معلومات بھی بہم پہنچاتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ معلومات بالکل نئی ہیں۔ پھر ہمیشہ ان معلومات کی تحقیق اور تصدیق کر لینے کا مشورہ بھی ضرور دیتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ۱۴سو سال قبل کسی بھی غیر مسلم نے اس تصور کو کبھی چیلنج نہیں کیا۔ اہل مکہ مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے اور ہر بار جب وحی اترتی تھی تو وہ یہ بھی سنتے رہتے تھے کہ اس میں نئی معلومات فراہم کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے، پھر بھی انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ہم جانتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کو یہ معلومات کہاں سے ملیں۔ہم کو یہ سب مدرسہ میں پڑھایا گیا تھا۔وہ اس کی صداقت کو بھی چیلنج نہیں کر سکے، کیونکہ حقیقتاً یہ بالکل نئی باتیں تھیں۔ قرآن میں تحقیق وجستجو کی تاکید کی گئی ہے، چاہے بات نئی ہو۔ چنانچہ اسی ہدایت کے مطابق خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے چند لوگوں کو منتخب کیا اور انہیں دیوار ذوالقرنین کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا۔نزول قرآن سے پہلے عربوں نے ایسی کسی دیوار کے بارے میں کبھی سنا بھی نہیں تھا، مگر قرآن میں اس کے تذکرے کی وجہ سے ہی وہ اس دیوار کا سراغ لگانے میں کامیاب رہے۔ یہ دیوار سوویت یونین کے مقام دربند پر ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ مختلف معاملات کے بارے میں قرآن کا بیان صداقت پر مبنی ہے، لیکن کسی کتاب میں بیان کی ہوئی باتوں کا سچ ہونا الوہیت کا صرف ایک اصول اور معیار ہے۔ مثلاً ٹیلی فون ڈائریکٹری ایک صحیح کتاب ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ آسمان سے اتری ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ آدمی قرآنی معلومات کا صحیح مخرج ومنبع تلاش کرے۔ اس میں زور اس پہلو پر دیا گیا ہے کہ ثبوت تلاش کرنا قاری کی ذمہ داری ہے۔مناسب ثبوت کے بغیر کسی کے لئے قرآن کی صداقت سے انکار ممکن ہی نہیں ہے۔قرآن اسی بات پر زور دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص ثبوت کے ساتھ کوئی غلطی نکال سکتا ہے تو نکال کر دکھائے۔

ایک دفعہ میں جنوبی افریقہ میں لیکچر دے رہا تھا۔لیکچر کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو میری باتوں پر سخت ناراض تھا۔ اس نے کہا کہ آج میں گھر جا کر قرآن میں کوئی نہ کوئی غلطی تلاش کر کے رہوں گا۔ میں نے کہا بڑی خوشی سے ایسا کرو، تم نے یہ بڑی اچھی بات کہی ہے۔ درحقیقت جو لوگ قرآن کی صداقت پر شک کرتے ہیں، مسلمانوں کو ان کے ساتھ ایسا ہی رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن تو خود یہی چیلنج کرتا ہے کہ کوئی اس میں غلطی نکال سکتا ہے تو نکال کر دکھائے اور اسے غلط ثابت کرے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قرآن کا چیلنج قبول کرنے کے بعد جب لوگ اسے سچا پائیں گے تو پھر یہی لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے، کیونکہ وہ اسے غلط ثابت کرنے کی کوشش میں ناکام ہو چکے ہوں گے۔ چونکہ قرآن کی صداقت کی گواہی وہ خود دیں گے، اس لئے ان کے دل وسوسوں سے پاک ہوں گے اور وہ دل وجان سے قرآن کا احترام کریں گے۔

قرآن کی صداقت سے متعلق ایک اور حقیقت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کی تشریح خود نہ کر پائے تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے وجود کا اقرار کر لے یا کسی دوسرے کی تشریح پر اعتبار کر لے۔ اگر کوئی کسی بات کو سمجھ نہیں سکتا تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی سمجھائی ہوئی بات کو تسلیم کر لے، تاہم دوسروں کی تشریحات وتاویلات رد کرنے سے اس پر یہ ضرور لازم آتا ہے کہ تحقیق کے بعد ثبوت بہم پہنچائے اور صحیح جواب لے کر آئے۔

اس عمومی نظریہ کا اطلاق زندگی کے مختلف معاملات پر ہوتا ہے۔ مگر قرآن کے بیانات اور دعوؤں پر تو یہ بات خاص طور سے صادق آتی ہے، کیونکہ جو یہ کہتا ہے کہ میں اس پر یقین نہیں کرتا اس کے لئے سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ وہ اسے غلط ثابت کرے۔ انکار کرنے والے کی یہ ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کے جواب درست نہیں، تو وہ خود ان کی وضاحت پیش کرے اور غلطی ثابت کرے۔ قرآن کی ایک مخصوص آیت میں جس کا انگریزی میں ہمیشہ غلط ترجمہ ہوتا ہے، اللہ اس شخص کا ذکر کرتا ہے جس کے سامنے حق بات کھول کر بیان کر دی گئی اور جو کچھ اس نے سنا اس کی صداقت پرکھے بغیر اسے نظر انداز کر دیا، تو وہ شخص اپنے فرض سے غفلت اور کوتاہی کا مرتکب ہوا۔ دوسرے الفاظ میں اگر کوئی شخص کوئی بات سنے اور پھر وہ اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تحقیق کئے بغیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی بات کو رد کردے تو یہ اس شخص کی بہت بڑی غلطی ہے۔ انسان کو تمام معلومات کی چھان بین کے بعد ہی یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ کون سی بات بے مصرف اور رد کردینے کے لائق ہے اور کون سی بات قابل قبول اور مفید ہے، جس سے فوری طور پر یا بعد میں کسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ ہر سنی ہوئی اور لاحاصل بات دماغ میں محفوظ کرلی جائے۔ ان معلومات کی مناسب درجہ بندی ضروری ہے اور پھر اسی نقطہ نظر سے ان پر غور کیا جائے۔ مثلاً اگر کوئی بات ابھی تک محض ایک قیاس اور گمان کے مرحلہ میں ہے تو پھر اس امر کی تحقیق لازم ہے کہ یہ قیاس حقیقت سے قریب تر ہے یا جھوٹ سے۔ مگر جب تمام حقائق سامنے ہوں تو پھر صحیح یا غلط میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اگر کسی شخص کا ذہن کسی بات کی صداقت کے بارے میں پھر بھی یکسو اور مطمئن نہیں ہوتا تو پھر اسے اس کی مکمل چھان بین کرنی چاہئے اور یہ اعتراف بھی کرلینا چاہئے کہ وہ اس بارے میں یقین سے کچھ کہنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ گو کہ یہ آخری نکتہ بے سود نظر آتا ہے کیونکہ درحقیقت بعد میں کسی مرحلہ پر کسی مثبت نتیجہ پر پہنچنا اس اعتبار سے فائدہ مند ہے کہ اس طرح اس شخص کو کم از کم حقائق کا ادراک ہوگا اور وہ ان کی تحقیق کرنے اور جائزہ لینے پر مجبور ہوگا۔ ان معلومات سے آگاہی کی بناء پر اسے مستقبل میں ہونے والے انکشافات اور اضافی معلومات سامنے آنے پر تحقیق و جستجو میں مدد ملے گی۔ اہم بات یہ ہے کہ انسان حقائق معلوم کرے اور کسی بات کو محض لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے مسترد نہ کردے۔

قرآن میں شروع سے آخر تک ہر بات جس اعتماد سے کہی گئی ہے، وہ خود اس کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ اعتماد ایک بالکل مختلف طریقہ کار کا نتیجہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی وحی ہے۔ اگر تم کو اس پر یقین نہیں تو پھر یہ کیا ہے؟ بالفاظ دیگر پڑھنے والے کو یہ چیلنج دیا جارہا ہے کہ اگر وہ اس کی کوئی اور توضیح کرسکتا ہے تو کرکے دکھائے۔ یہ کاغذ پر سیاہی سے لکھی ہوئی کتاب ہے۔ وہ اس کی حقیقت پر غور کرے کہ آخر یہ آئی کہاں سے ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اگر یہ وحی نہیں ہے تو پھر اس کا مخرج و منبع کیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کوئی بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج تک اس کا کوئی معقول جواب پیش نہیں کر سکا۔ تمام پہلوؤں پر غور کر کے دیکھ لیا گیا۔ غیر مسلموں کے خیال میں اس کی دو ہی متبادل صورتیں ہو سکتی ہیں، جو بنیادی طور پر باہم مربوط، دو مکاتب فکر سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ ان ہی پر مصر ہیں۔ ایک طرف ایسے لوگ ہیں، جنہوں نے صدیوں قرآن پر تحقیق کی ہے اور جن کا دعویٰ ہے کہ محمد ﷺ خود کو پیغمبر سمجھتے تھے، مگر وہ (نعوذ باللہ) سودائی تھے!'' ان کا خیال ہے کہ محمد ﷺ کو مغالطہ ہوا تھا۔

جب کہ دوسرا گروپ ان پر کذب کا بہتان عائد کرتا ہے۔ مگر ان دونوں ہی گروپوں کے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے جتنے بھی حوالے ملتے ہیں ان میں سے بیشتر بالعموم ان ہی دونوں نظریات کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ اپنی بحث کا آغاز ہی اس سے کرتے ہیں کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) سودائی تھے اور پھر گفتگو کا اختتام اس پر ہوتا ہے کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) کاذب تھے۔ ان لوگوں نے یہ حقیقت کبھی محسوس ہی نہیں کی کہ ان میں بیک وقت یہ دونوں باتیں نہیں ہو سکتی تھیں۔ مثلاً اگر کوئی وہم کا شکار ہے اور واقعی سمجھتا ہے کہ وہ پیغمبر ہے تو پھر وہ ساری رات یہ منصوبہ بندی نہیں کرے گا کہ کل میں لوگوں کو کس طرح بیوقوف بناؤں گا کہ وہ مجھے پیغمبر سمجھیں۔ اسے اس بات کا پورا یقین ہوگا کہ وہ پیغمبر ہے اور اسے یہ اعتماد بھی ہوگا کہ اس کو وحی کے ذریعہ اس کا ثبوت مہیا کر دیا جائے گا۔

درحقیقت زیادہ تر آیات مختلف سوالوں کا جواب ہیں۔ جب کوئی شخص محمد ﷺ سے کوئی سوال پوچھتا تھا وحی کے ذریعہ اس کا جواب آجاتا تھا۔ اب اگر کوئی سودائی ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ کوئی فرشتہ اس کے کان میں کچھ کہہ جاتا ہے تو جب کوئی اس سے کوئی سوال پوچھے گا تو وہ یہی سوچے گا کہ وہ فرشتہ اس کا جواب بھی بتائے گا۔ جو سودائی ہو وہ تو اسی طرح سوچے گا۔ وہ کسی سے یہ نہیں کہے گا کہ تھوڑا انتظار کرو اور پھر بھاگ کر اپنے دوستوں کے پاس پہنچے گا اور ان سے کہے گا کیا کسی کو اس کا جواب معلوم ہے۔ اس قسم کا رویہ اسی شخص کا ہوگا جس کو خود بھی یقین نہیں ہوگا کہ وہ پیغمبر ہے۔ غیر مسلموں کے لئے بھی یہ بات قابل قبول نہیں کہ بیک وقت دونوں صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ کسی کو مغالطہ ہو سکتا ہے یا وہ غلط بیانی کر سکتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بات ہوگی یا دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن بیک وقت دونوں باتیں ہونا قطعی ممکن نہیں۔ واضح رہے کہ یہ انسانی کردار کا خاصہ ہیں جن کا باہمی تعلق بھی ہے، لیکن پھر بھی یہ الگ الگ کیفیات ہیں جو ایک ساتھ رونما ہوسکتیں ہیں۔ غیر مسلم جس قسم کے دائرے میں مسلسل چکر کاٹتے رہتے ہیں اس کی ایک اچھی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ اگر آپ کسی غیر مسلم سے پوچھئے کہ قرآن کا ماخذ کیا ہے؟ تو وہ آپ کو یہی بتائے گا کہ یہ ایک ایسے شخص کے تخیل کی کارفرمائی ہے جو (نعوذ باللہ) سودائی تھا۔ پھر اگر آپ اس سے پوچھیں گے کہ اگر یہ ان کی سوچ کا نتیجہ تھا تو پھر قرآن میں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ انہیں کہاں سے حاصل ہوئیں؟ کیونکہ اس میں یقیناً بہت سی ایسی باتیں موجود ہیں، جن سے عرب واقف ہی نہیں تھے۔ لہٰذا آپ اس کے سامنے جو حقائق رکھیں گے ان کی وضاحت کے لئے وہ اپنے موقف میں تبدیلی لائے گا اور یہ کہے گا کہ ہاں ہوسکتا کہ وہ سودائی نہ ہوں۔ ممکن ہے کہ انہیں کسی غیر ملکی نے یہ معلومات بہم پہنچائی ہوں۔ اس لئے انہوں نے نعوذ باللہ غلط بیانی کی اور لوگوں کو بتایا کہ وہ پیغمبر ہیں۔ اس مرحلہ پر آپ کو اس غیر مسلم سے یہ ضرور دریافت کرنا چاہئے کہ اگر محمد ﷺ نعوذ باللہ دروغ گو تھے، تو پھر ان میں یہ بے پناہ اعتماد کہاں سے آیا؟ انہوں نے اس طرح کا رویہ کیوں اختیار کیا کہ گویا وہ خود کو واقعتاً پیغمبر ہی سمجھتے تھے؟ آخر کار وہ غیر مسلم بے بس ہو جائے گا اور اپنی جھینپ مٹانے اور جان چھڑانے کے لئے کج بحثی پر اتر آئے گا اور لوٹ پھیر کر اپنے اسی فضول اور لاحاصل بیان کی تکرار شروع کردے گا۔

جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ قرآن میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کا منبع سوائے اللہ کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ مثلاً محمد ﷺ کو دیوارِ ذوالقرنین کے بارے میں کس نے بتایا، جو ان سے ہزاروں میل دور شمال میں واقع تھی۔ جنین کے بارے میں انہیں کس نے حقائق سے آگاہ کیا۔ جب لوگ اس نوعیت کے حقائق اکٹھا کرتے ہیں اور یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ ان کا منبع وحی الٰہی ہے، تو وہ خود بخود یہ فرض کرلیتے ہیں کہ یہ تمام معلومات کسی نے محمد ﷺ کو پہنچائیں اور پھر انہوں نے انہیں لوگوں کو (نعوذ باللہ) بیوقوف بنانے کے لئے استعمال کیا۔ تاہم اس خیال کو صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک آسان سوال کے ذریعہ بڑی آسانی سے غلط ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اگر محمد ﷺ (نعوذ باللہ) دروغ گو تھے تو پھر ان میں یہ اعتماد کہاں سے آیا؟ انہوں نے کچھ لوگوں کے منہ پر وہ سب کیوں کہہ دیا جو دوسرے کبھی نہیں کہہ سکے؟ اس قسم کا بے پناہ اعتماد صرف اور صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جب کہنے والے کو کامل یقین ہو کہ اس پر اللہ کی سچی وحی اتری ہے۔ محمد ﷺ کے ایک چچا ابولہب کی مثال لیجئے۔ یہ شخص اسلام سے اس حد تک نفرت کرتا تھا کہ محمد ﷺ کی ٹوہ میں لگا رہتا تھا تاکہ کسی طرح انہیں بدنام کر سکے۔ یہاں تک کہ ابولہب اگر ان کو کسی اجنبی سے باتیں کرتے دیکھتا تو اس انتظار میں رہتا کہ وہ الگ ہوں اور پھر وہ اجنبی کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ انہوں نے اس سے کیا کہا۔ محمد ﷺ اور مسلمانوں کی کہی ہوئی ہر بات پر وہ مخالفت کرتا۔ اگر انہوں نے دن کہا ہے تو وہ رات کہتا، انہوں نے سفید کا ہو تو وہ اسے سیاہ بتاتا۔ ابولہب کی موت سے تقریباً ۱۰ سال پہلے قرآن میں ابولہب کے بارے میں ایک سورۃ نازل ہوئی، جس میں کہا گیا کہ وہ یقیناً جہنم میں جائے گا۔ یعنی وہ کبھی اسلام قبول نہیں کرے گا۔ اس لئے اس پر ہمیشہ لعنت پڑے گی۔

دس برس کے اس عرصے میں ابولہب کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ کہتا میں نے سنا ہے کہ محمد ﷺ پر وحی آئی ہے کہ میں کبھی نہیں بدلوں گا۔ میں کبھی مسلمان نہیں ہوں گا اور جہنم کا ایندھن بنوں گا۔ مگر اب میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اب اللہ کی بھیجی ہوئی اس وحی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ لیکن وہ کبھی ایسا نہ کر سکا۔ حالانکہ اس سے اس قسم کے رویہ کی توقع کی جا سکتی تھی، کیونکہ وہ ہمیشہ اسلام کی مخالفت کرتا تھا اور اس کی نفی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اس لئے محمد ﷺ نے کہا تم مجھ سے نفرت کرتے ہو اور مجھے ختم کر دینا چاہتے ہو۔ یہی موقع ہے کہ کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ تو میرا پیغام غلط ثابت ہو جائے گا۔ مجھے ختم کرنا ہے تو زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار کرلو! مگر ابولہب نے کبھی اس کا اقرار نہیں کیا اور مسلمان ہونا قبول نہیں کیا۔ دس سال! اس تمام عرصہ میں وہ اپنے کفر پر قائم رہا اور اسلام کے لئے اس کے دل میں ہمدردی کی ذرا سی رمق بھی پیدا نہ ہوئی۔ اگر محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی نہیں تھے تو وہ پورے یقین سے یہ بات کس طرح جان سکتے تھے کہ ابولہب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بارے میں قرآن کی یہ پیشنگوئی درست ثابت ہوگی۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول تھے، ورنہ وہ کسی کو اتنے اعتماد کے ساتھ دس سال کی مہلت کس طرح دیتے کہ وہ ان کی نبوت کے دعوے کو غلط ثابت کر دکھائے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے کیونکہ ایسا پر خطر چیلنج وہی دے سکتا ہے جسے وحی کے نزول کا پختہ اور کامل یقین ہو۔

محمد ﷺ کو خود اپنی نبوت پر جو اعتماد تھا اور جس کے نتیجے میں انہیں خود اپنی اور اپنے پیغام کی حفاظت کے بارے میں اللہ کی ذات پر جو کامل یقین تھا، اس کی ایک اور مثال لیجئے۔ جب وہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ایک غار میں چھپے ہوئے تھے، انہوں نے دشمنوں کو آتے دیکھا جو انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خوف محسوس ہوا کہ یہ دشمن کہیں محمد ﷺ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اب اگر محمد ﷺ (نعوذ باللہ) دروغ گوئی کر رہے ہوتے، آیات ان کی ذہنی اختراع کا نتیجہ ہوتیں اور لوگوں کو ورغلانے کی کوشش کر رہے ہوتے کہ وہ ان کو پیغمبر سمجھ لیں تو ایسی صورت میں ان سے یہی توقع کی جاسکتی تھی کہ ان حالات میں وہ یہ کہتے کہ ''ابوبکر، دیکھنا کیا تم غار سے باہر نکلنے کا کوئی محفوظ راستہ تلاش کر سکتے ہو''۔ یا پھر وہ کہتے کہ ''غار کے کونہ میں جا کر خاموشی سے بیٹھ جاؤ''۔ لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جو کچھ فرمایا، اس سے آپ کے مکمل اعتماد اور یقین کی عکاسی ہوتی ہے۔ آپ نے کہا ''گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے اور وہی ہمیں بچائے گا!'' اگر کوئی یہ بات جانتا ہے کہ وہ لوگوں کو بیوقوف بنا رہا ہے، تو بھلا وہ اس قسم کا طرز عمل کہاں اختیار کر سکتا ہے؟ کسی جھوٹ بولنے والے یا باتیں گھڑنے والے کا ذہن اتنا مطمئن اور پر اعتماد ہو ہی نہیں سکتا۔

اس لئے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ غیر مسلم کولہو کے اس بیل کی طرح ایک ہی دائرہ میں گھومتے رہتے ہیں، جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوتی ہے۔ وہ اس مشکل سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ قرآنی آیات کو ان کے منبع سے منسوب کئے بغیر اور وحی الٰہی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں وہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص میں یہ دونوں خاصیتیں بیک وقت موجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہوسکتیں۔ لیکن غیر مسلموں کو ان دونوں پہلوؤں کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن میں جو حقائق بیان کیے گئے ہیں ان کی تکذیب اور من مانی تشریح، ان دونوں کے سہارے کے بغیر ان کے لئے تکذیب ممکن ہی نہیں ہے۔

تقریباً سات سال پہلے کی بات ہے، ایک پادری میرے گھر آیا۔ ہم جس کمرے میں بیٹھے تھے وہیں ایک میز پر قرآن بھی رکھا ہوا تھا۔ لیکن چونکہ یہ الٹا رکھا تھا اس لئے پادری نہیں سمجھ سکا کہ یہ کون سی کتاب ہے۔ دوران گفتگو میں نے قرآن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرا اس کتاب پر پختہ یقین ہے۔ اس نے قرآن پر نظر ڈالی اور یہ جانے بغیر ہی کہ یہ کون سی کتاب ہے اس نے کہا کہ اگر یہ انجیل نہیں ہے، تو میں تمہیں بتادوں کہ یہ کسی آدمی کی تحریر کردہ کتاب ہے!۔ اس کی اس بات پر میں نے کہا کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اس کتاب میں کیا ہے۔ تین چار منٹ میں قرآن میں بیان کی ہوئی چند باتیں میں نے اسے بتائیں۔ اسی تین چار منٹ کے عرصہ میں اس نے اپنا موقف بالکل تبدیل کرلیا اور پہلو بدل کر بولا تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ کتاب کسی آدمی نے نہیں لکھی۔ یہ تو (معاذ اللہ) شیطان نے لکھی ہے۔ یقیناً کئی لحاظ سے یہ رویہ حد درجہ افسوسناک ہے۔ اول تو یہ فوری طور پر بغیر سوچے سمجھے پیش کیا جانے والا انتہائی لغو اور گھٹیا بہانہ ہے۔ لاجواب ہونے پر جان چھڑانے کیلئے سب سے آسان طریقہ یہی ہے۔ انجیل میں بھی ایسا ہی ایک مشہور واقعہ ملتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ایک مردے کو زندہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس شخص کو مرے ہوئے چار دن گزر چکے تھے اور جب حضرت عیسیٰؑ اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اٹھ جا! وہ مردہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے چلا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہاں موجود بعض یہودیوں نے اسے جھٹلاتے ہوئے کہا کہ یہ شیطان کا کام ہے۔ شیطان نے عیسیٰؑ کی مدد کی۔ اب دنیا بھر میں مختلف گرجاؤں میں یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے اور لوگ اس پر آنسو بہاتے اور یہ کہتے ہیں کہ افسوس اگر اس وقت میں وہاں پر ہوتا تو ان یہودیوں جیسی حماقت کا مرتکب نہ ہوتا! لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ آج یہ لوگ بھی وہی رویہ اختیار کرتے ہیں جو یہودیوں نے اختیار کیا تھا۔ اگر آپ انہیں قرآن کا مختصر سا حصہ دکھائیں، تو وہ تین چار منٹ کے اندر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی یہ فیصلہ سنا دیں گے کہ (نعوذ باللہ) یہ شیطانی کام ہے! اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہیں ہوتا اور وہ حقیقتاً بے بس ہو جاتے ہیں اور پھر ایسی ہی اوچھی اور بیہودہ باتوں پر اتر آتے ہیں۔

لوگوں کے ایسے ہی کمزور موقف کی ایک اور مثال کفار مکہ کی ان توضیحات میں ملتی ہے جو وہ محمد ﷺ کے پیغام کے مخرج و منبع کے بارے میں پیش کرتے تھے۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ محمد ﷺ کو یہ باتیں (نعوذ باللہ) شیطان بتاتا ہے۔ مگر جب اس قسم کی لغو باتیں کی جا رہی تھیں تو قرآن میں اللہ نے اس کا جواب یوں دیا...... **ویقولون انہ لمجنون ٥وما ھو الا ذکر للعلمین ٥** (۴)...... ''اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے۔ حالانکہ یہ تو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے''۔ اس طرح قرآن اس قسم کی غلط بیانیوں کا مدلل جواب دیتا ہے۔

درحقیقت قرآن میں بہت ٹھوس دلائل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ پر نازل ہونے والا یہ الوہی پیغام کبھی بھی شیطان کا لایا ہوا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً سورہ الشعراء میں اللہ صاف صاف فرماتا ہے کہ: **وما تنزلت بہ الشیطین ٥وما ینبغی لھم وما یستطیعون ٥انھم عن السمع لمعزولون ٥** "(اس کتاب مبین) کو شیاطین لے کر نہیں اترے، نہ یہ کام ان کو سجتا ہے، اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔ وہ تو اس کی سماعت تک سے دور رکھے گئے ہیں"۔ (۵)

ایک اور جگہ قرآن میں اللہ ہم کو یہ حکم دیتا ہے: پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ (سورۃ النحل: ۹۸) کیا شیطان اس طرح کی کوئی کتاب لکھ سکتا ہے؟ کیا وہ یہ بتائے گا کہ جب تم میری کتاب پڑھنے لگو تو اللہ سے یہ دعا کرو کہ وہ تمہیں مجھ سے (شیطان سے) محفوظ رکھے؟ بہت سے لوگ برملا اعتراف کرتے ہیں کہ شیطان ایسا نہیں کر سکتا اور اگر وہ کرنا چاہے بھی تو اللہ اسے اس کی اجازت نہیں دے گا۔ دوسری طرف وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ شیطان انتہائی پست اور اللہ کے آگے بے بس ہے۔ مگر دل میں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جو کام اللہ کر سکتا ہے شائد شیطان بھی وہی کر سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب وہ قرآن کو دیکھتے ہیں تو اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معجز بیانی پر دم بخود رہ جاتے ہیں، مگر پھر بھی اسی بات پر مصر رہتے ہیں کہ یہ شیطان کا کام ہے (نعوذ باللہ!)۔

یہ اللہ کا کرم ہے کہ مسلمانوں میں ایسی سوچ نہیں پائی جاتی۔ اگر چہ شیطان میں کچھ صلاحیتیں ہیں مگر ان کا اللہ کی قدرت کاملہ سے قطعی کوئی تعلق نہیں اور جو مسلمان اس بات پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں۔ یہ بات تو عام طور پر غیر مسلم بھی جانتے ہیں کہ شیطان آسانی سے غلطیاں کر سکتا ہے اور اگر اس نے کبھی کوئی کتاب لکھی ہوتی تو وہ یقیناً اس میں متضاد باتیں بھی کرتا اور در حقیقت یہی بات قرآن میں (٦) میں یوں کہی گئی ہے:" افلا یتدبرون القرآن ط ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافا کثیراً"۔ (کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی)۔

غیر مسلم الٹی سیدھی اور بھونڈی تاویلات کے ذریعہ قرآن کو جھٹلانے کی ناکام کوشش کے ساتھ ساتھ بہتان تراشی اور محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) سودائی اور کاذب قرار دینے کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر ان لوگوں کا استدلال یہی ہوتا ہے کہ ذہنی انتشار اور واہموں کے زیر اثر محمد ﷺ جھوٹ بولتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہے (معاذ اللہ)۔

نفسیات میں یہ کیفیت "وہم کا عارضہ (Mythomania)" کہلاتی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس کیفیت کے زیر اثر شخص جھوٹ بولتا ہے اور اسے سچ سمجھتا ہے۔ غیر مسلم محمد ﷺ پر اسی کیفیت کے زیر اثر ہونے کا بہتان باندھتے ہیں۔ مگر یہاں غیر مسلموں کے لئے ایک مسئلہ یہ آن پڑا ہے کہ وہم کے عارضہ میں مبتلا شخص کو حقائق کا ادراک نہیں ہوا کرتا، جب کہ پورے کا پورا قرآن خالصتاً حقائق پر مبنی ہے۔ قرآن کی ایک ایک بات کو تحقیق کے ذریعہ درست ثابت کیا جا سکتا ہے۔ وہم یا مغالطہ کے مرض میں مبتلا شخص کے لئے حقائق بہت بڑا مسئلہ ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ماہرین نفسیات جب ایسے کسی مریض کا علاج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو اس کے سامنے حقائق پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی ذہنی مریض یہ دعویٰ کرے کہ "میں انگلستان کا بادشاہ ہوں" تو ماہر نفسیات اس سے یہ نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہے گا کہ تم انگلستان کے بادشاہ نہیں ہو اور تم پاگل ہو! وہ کبھی ایسا نہیں کہے گا بلکہ حقائق اس کے سامنے رکھے گا اور کہے گا ٹھیک ہے تم کہتے ہو کہ تم ہی انگلستان کے بادشاہ ہو۔ اب مجھے بتاؤ کہ آج تمہاری ملکہ کہاں ہے؟ تمہارا وزیر اعظم اور تمہارے محافظ کدھر ہیں؟ جب وہ شخص ان سوالات کا جواب دینے میں مشکل محسوس کرے گا تو الٹے سیدھے بہانے تراشنے کی کوشش کرے گا۔

مثلاً وہ کچھ اس قسم کا بہانہ بنائے گا کہ ملکہ..... وہ تو اپنی ماں کے پاس گئی ہوئی ہے۔ وزیر اعظم...... اس کا تو انتقال ہو گیا! اس قسم کے سوالات کا بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کی یہ نفسیاتی بیماری ختم ہو جائے گی، کیونکہ وہ حقائق کا توڑ نہیں کر سکتا۔ اگر ماہر نفسیات مسلسل اس کے سامنے حقائق پیش کرتا رہے گا، تو بالآخر وہ حقیقت کو تسلیم کر لے گا اور یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ میرا خیال ہے میں انگلستان کا بادشاہ نہیں ہوں۔ جس طرح ماہرین نفسیات اپنے مریض کا علاج کرتے ہیں، قرآن بھی اپنے ہر قاری کے ساتھ بعینہ ایسا ہی طرز عمل اختیار کرتا ہے۔ قرآن میں (۷) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا یھا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفآء لما فی الصدور وھدی ورحمة للمومنین o "لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفاء ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لئے رہنمائی اور رحمت ہے"۔

پہلی نظر میں یہ بیان غیر واضح محسوس ہوتا ہے، مگر اس آیت کے معنی اس وقت پوری طرح سمجھ میں آ جاتے ہیں جب اس پر مذکورہ بالا مثال کی روشنی میں غور کیا جائے۔ بنیادی حقیقت یہی ہے کہ قرآن پڑھنے والا اپنے تمام وسوسوں سے نجات پا جاتا ہے۔ حقیقتاً قرآن بہترین علاج ہے، جو واہموں اور وسوسوں میں مبتلا افراد کے لئے حقائق کے ادراک کا بہترین ذریعہ اور ان کے مرض کا شافی علاج فراہم کرتا ہے۔ قرآن میں شروع سے آخر تک تخاطب کا ایک عام انداز ملتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ اے لوگو، تم اس بارے میں یہ یہ بات کہتے ہو، مگر اس بات کے بارے میں تم کیا کہو گے۔ جب تم کو اس کا علم ہے تو پھر تم اس طرح کی بات کیوں کہتے ہو۔ قرآن انسان پر زور دیتا ہے کہ وہ متعلقہ حقائق پر غور وفکر کرے، انہیں پرکھے اور ان کی اہمیت کو سمجھے۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ساتھ ساتھ قرآن انسان کو ان وسوسوں اور غلط فہمیوں سے بھی نجات دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو جن حقائق سے روشناس کرایا ہے، بودے نظریات اور بھونڈی تاویلات کے ذریعہ ان کی باآسانی کوئی توضیح بھی کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ لوگوں کو حقائق سے قائل کرنے کا یہی وہ عمل ہے، جس نے بہت سے غیر مسلموں کی توجہ قرآن کی طرف مبذول کرائی۔

کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں اسی موضوع سے متعلق ایک بڑا دلچسپ حوالہ ملتا ہے۔ قرآن کے موضوع پر کیتھولک چرچ اپنے ایک مضمون میں کہتا ہے کہ قرآن کے ماخذ کے بارے میں گزشتہ کئی صدیوں میں بہت سے نظریات پیش کئے گئے ہیں...... آج کوئی بھی ذی ہوش ان نظریات کو قبول نہیں کرتا! اب ایک قدیم کیتھولک چرچ بی، جو صدیوں سے موجود ہے، قرآن کے بارے میں بودی تاویلات پیش کرنے کی ان ناکام کوششوں کو مسترد کر رہا ہے۔ درحقیقت قرآن کیتھولک چرچ کے لئے ایک مسئلہ بن گیا ہے۔ کیتھولک چرچ کہتا ہے کہ چونکہ یہ وحی ہے اس لئے ہم قرآن کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یقیناً ان کے لئے اس سے زیادہ اچھی اور پسندیدہ بات کوئی نہیں ہوسکتی کہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ یہ وحی نہیں ہے، مگر وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ وہ اس کی کوئی ٹھوس وضاحت پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہے کہ وہ اپنی تحقیق میں مخلص ہیں اور کسی تصدیق اور ثبوت کے بغیر پیش کی جانے والی الٹی سیدھی تشریح کو قبول نہیں کرتے۔ چرچ کا کہنا ہے کہ ۱۴ سو صدیوں میں اسے اب تک ایک بھی ایسی توضیح نہیں ملی جو معقولیت پر مبنی ہو۔ کیتھولک چرچ کم از کم یہ تو تسلیم کرتا ہے کہ قرآن کوئی ایسا موضوع نہیں جسے آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے۔ مگر دوسرے لوگوں میں تو اتنی بھی دیانت نہیں ملتی۔ وہ یہ کہنے میں کوئی دیر نہیں لگاتے کہ قرآن یہاں سے آیا اور وہاں سے آیا۔ یہ لوگ جو کچھ بڑے تواتر سے کہتے رہتے ہیں، اس کی صداقت کا جائزہ لینے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے۔

کیتھولک چرچ کے اس بیان نے عیسائیوں کو یقیناً مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی عیسائی قرآن کے بارے میں اپنا الگ نظریہ رکھتا ہو، مگر وہ اپنے اس نظریہ پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسا کرنا چرچ سے وفاداری اور تابعداری کے منافی عمل ہوگا۔ چرچ کا رکن ہونے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیثیت سے وہ چرچ کی کہی ہوئی ہر بات کسی بحث و تمحیص کے بغیر سر جھکا کر تسلیم کرنے کا پابند ہے۔ اپنی روز مرہ زندگی میں چرچ کی تعلیمات پر کار بند رہنا بھی اس پر لازم ہے۔ اس لئے اگر چرچ ہی یہ اعلان کر دے کہ قرآن کے بارے میں غیر مصدقہ باتوں پر اعتبار نہ کرو، تو پھر اب اسلامی نقطہ نظر کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ اب تو غیر مسلم بھی یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ قرآن میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جسے سمجھنا اور ماننا پڑے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب مسلمان یہی بات کہتے ہیں، تو غیر مسلم بھڑک اٹھتے ہیں اور سخت کج بحثی اور دریدہ دہنی پر اتر آتے ہیں۔ یہ یقیناً ایسا مسئلہ ہے جس پر اہل دانش کو ٹھنڈے دل و دماغ سے غور اور اس کی گہرائی کو سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

حال ہی میں کیتھولک چرچ کے ایک ممتاز عالم ہانز نے قرآن کا مطالعہ اور اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ یہ رہنما خاصے عرصے سے چرچ سے وابستہ ہیں اور کیتھولک چرچ میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ انہوں نے قرآن کے مطالعہ اور غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اللہ نے اپنے بندے محمد ﷺ کے ذریعہ اپنے بندوں سے کلام کیا ہے۔ یہ نتیجہ ایک غیر مسلم نے اخذ کیا ہے، جو خود بھی کیتھولک چرچ کا ایک ممتاز اور محترم عالم ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ پوپ بھی ان کی اس رائے سے اتفاق کریں گے، لیکن مسلمانوں کے موقف کے حق میں چرچ کی اتنی معروف اور ممتاز عوامی شخصیت کی یہ رائے بہر حال وزن رکھتی ہے۔ اس حقیقت کے اعتراف پر ہانز کی تعریف ضرور کی جانی چاہیئے کہ قرآن کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور فی الحقیقت قرآنی آیات کا مخرج و منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

جیسا کہ مذکورہ بالا بیانات سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ قرآن کے بارے میں تمام امکانات کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔ اس لئے قرآن کو مسترد کرنے کا اب کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ کیونکہ اگر یہ کتاب الہامی نہیں ہے تو یہ دھوکہ ہے تو پھر لازماً یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس کی اصل کیا ہے اور یہ ہمیں کہاں پر دھوکہ دیتی ہے؟ ان سوالات کے درست جواب ہی قرآن کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں اور تلخ اعتراضات اور بودے دعوے کرنے والے ملحدوں کا منہ بند کر دیتے ہیں۔ اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگ قرآن کو دھوکہ قرار دینے پر ہی بضد ہیں، تو پھر انہیں چاہئے کہ اپنے اس دعوے کے حق میں کوئی ثبوت بھی لائیں۔ ثبوت پیش کرنا ان کا کام ہے، ہماری ذمہ داری نہیں۔ کوئی بھی نظریہ تصدیق کے لئے متعلقہ حقائق اور ثبوت کے بغیر کبھی پیش نہیں کیا جاتا۔ اسی لئے میں معترضین سے کہتا ہوں کہ ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی کہ قرآن کہاں پر دھوکہ دیتا ہے؟ اور اگر تم نہیں دکھا سکتے تو پھر اسے دھوکہ مت کہو۔

قرآن کا ایک دلچسپ اور خصوصی وصف یہ بھی ہے کہ وہ ان حیرت انگیز مظاہر قدرت سے متعلق جو حقائق بیان کرتا ہے، وہ نہ صرف ماضی بلکہ دور جدید سے بھی پوری مطابقت رکھتے ہیں۔ قرآن کوئی پرانا مسئلہ نہیں، بلکہ حقیقتاً غیر مسلموں کے لئے تو یہ آج بھی ایک مسئلہ ہے۔ کیونکہ آنے والے دن، ہفتے اور سال اس کی گواہی پر گواہی دیئے چلے جا رہے ہیں کہ قرآن ایک ایسی قوت ہے، جس میں کسی حیل و حجت کی گنجائش نہیں اور اب اس کی صداقت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً قرآن کی (۸) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اولم یر الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما ط وما جعلنا من الماءِ کل شیءٍ حیٍ ط افلا یومنون O "کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبی ﷺ کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے، غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا کیا، اور پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ کیا وہ (ہماری اس خلاقی کو) نہیں مانتے"۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ یہی حقیقت معلوم کرنے پر ۱۹۷۳ء میں دو غیر مسلموں کو نوبل پرائز دیا گیا۔ قرآن کائنات کی اصلیت بتاتا ہے کہ یہ کس طرح ایک جز سے شروع ہوئی اور بنی نوع انسان مسلسل اس کی تحقیق اور تصدیق میں اب تک مصروف ہے۔ اس کے علاوہ ۱۴ سو سال قبل لوگوں کو اس حقیقت کا قائل کرنا بھی آسان بات نہ ہوتی کہ ہر جاندار شے پانی سے وجود میں آئی ہے۔ اگر ۱۴ صدیاں قبل کوئی شخص صحرا میں کھڑا ہو کر کسی کو یہ بتاتا (اپنی طرف اشارہ کر کے) کہ یہ سب کچھ جو آپ دیکھ رہے ہیں بیشتر پانی سے بنا ہے، تو کوئی بھی اس کی بات کا یقین نہ کرتا۔ خوردبین کی ایجاد سے پہلے یہ بات کسی طرح ثابت ہی نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس کی تصدیق تو خوردبین کی ایجاد کے بعد ہی ممکن ہوئی کہ خلیہ کا بنیادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جوہر (Cytoplasm) ۸۰ فیصد پانی پر مشتمل ہے۔ یوں قرآن ایک مرتبہ پھر وقت کی آزمائش پر پورا اترا اور سائنس کی مدد سے اس کلام کی صداقت پھر سامنے آ گئی۔

غلط بیانی پر کھنے کے بارے میں جو باتیں پہلے بیان کی جا چکی ہیں ان کا تعلق بھی ماضی اور حال دونوں سے ہے۔ ان میں سے کچھ تو اللہ کے علم اور قدرت کاملہ کی مثالیں تھیں، جب کہ بعض باتیں آج تک ایک چیلنج بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً اللہ کے علم و قدرت کاملہ کی مثال قرآن میں ابولہب کے بارے میں وہ بیان ہے، جس میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ اللہ جو عالم الغیب ہے، یہ خوب جانتا تھا کہ ابولہب کبھی نہیں بدلے گا اور اسلام قبول نہیں کرے گا۔ اس لئے اللہ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ابولہب ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔ یہ سورۃ ابولہب درحقیقت اللہ کی حکمت و دانائی کی ایک مثال بھی ہے اور ابولہب جیسے نافرمانوں کے لئے کھلی تنبیہ بھی۔

قرآن کے بارے میں دوسری غلط بیانیوں کے حوالے سے ایک اور قابل غور مثال قرآن کی اس آیت میں ملتی ہے، جس میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں ان کے تعلقات سے متعلق بیان کا دائرہ صرف دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان انفرادی سطح کے تعلقات تک محدود نہیں ہے، بلکہ اسمیں بحیثیت مجموعی دو گروہوں کے لوگوں کے درمیان تعلقات کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ درحقیقت اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ یہودیوں کی بہ نسبت مسلمانوں کے ساتھ عیسائی ہمیشہ بہتر سلوک روا رکھیں گے۔ اس آیت کے معانی پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد ہی اس کا اصل مفہوم سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ بہت سے عیسائی اور بہت سے یہودی مسلمان ہو چکے ہیں، مگر بحیثیت مجموعی اہل یہود کو اسلام کا کٹر دشمن ہی مانا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حقیقتاً معدودے چند افراد ہی قرآن کے اس دعوے کا اصل مفہوم سمجھ سکتے ہیں۔ یہ یہودیوں کے لئے بڑا آسان موقع تھا کہ وہ قرآن کے اس دعوے کو غلط ثابت کرتے، جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا کہ یہ وحی نہیں ہے۔ اس کے لئے یہودیوں کو صرف یہی تو کرنا تھا کہ وہ بحیثیت جماعت مسلمانوں کے ساتھ چند برس اچھا سلوک کرتے اور پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں سے پوچھتے کہ اب اس بارے میں تمہاری مقدس کتاب کیا کہتی ہے کہ دنیا میں تمہارے بہترین دوست کون لوگ ہیں، یہودی یا عیسائی؟ دیکھو تو سہی کہ ہم یہودیوں نے تمہارے لئے کیا کچھ کیا ہے!۔ قرآن کی صداقت کا دعویٰ غلط ثابت کرنے کے لئے انہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرنا تھا۔ لیکن وہ ۱۴۰۰ سال میں بھی یہ کام نہ سکے، بلکہ ہمیشہ کی طرح ان کے سامنے یہ چیلنج اب بھی موجود ہے۔

مختلف زاویوں سے قرآن کو سمجھنے کے بارے میں اب تک جتنی بھی مثالیں دی گئی ہیں، وہ سب بیشک موضوعی نوعیت کی ہیں، مگر ایک زاویہ اور بھی ہے، جو معروضی ہے اور اس کا انحصار علم ریاضی پر ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ظن وقیاس کی بناء پر جو کچھ کہا جا سکتا ہے، وہ قرآن نے کتنی صداقت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ قیاس اور پیشگوئی سے متعلق مثالوں کو حسابی طور پر جمع کر کے اسے سمجھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی چیز کے انتخاب کے بارے میں دو ہی باتیں کر سکتا ہے، صحیح یا غلط۔ وہ آنکھیں بند کر کے فیصلہ کرتا ہے، تو اس کا انتخاب پچاس فیصد (دو میں سے ایک) صحیح ہو گا۔ بنیادی طور پر اس کے سامنے دو ہی راستے ہیں کہ وہ صحیح انتخاب کرے گا یا غلط۔ اگر کسی شخص کو اس طرح کی دو صورتیں درپیش ہیں، جن میں سے ایک میں وہ صحیح ہو سکتا ہے اور دوسری میں غلط اور وہ اپنی آنکھ بند کر لے اور اندازہ لگائے تو پھر وہ ۱/۴ مرتبہ صحیح فیصلہ کرے گا (یعنی چار میں سے ایک بر)۔ اس کے تین راستے غلط ہوں گے اور ایک صحیح۔ اس کا آسان سا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ پہلی اور دوسری، دونوں بار غلط انتخاب ہی کرے گا۔ دونوں صورتوں میں صحیح انتخاب کی یہ واحد مثال ہے۔ جو ایک غیر معمولی بات ہو گی۔ کیونکہ اس کے لئے قیاس سے انتخاب کے مواقع کی تعداد بڑھ جائے گی، جس کو ریاضی کی رو سے اس طرح لکھا جا سکتا ہے......۱/۲x۱/۲ اور یہ ریاضی کی مساوات ہو گی۔

اسی مثال کو آگے بڑھائیے۔ اب اگر اسی شخص کو تین مواقع میسر ہوں، جن میں کامل قیاس و ظن پر ہی انحصار کرے تو وہ ۱/۸ دفعہ صحیح ہو گا۔......1/۲ x 1/۲x1/۲......یعنی تینوں صورتوں میں صحیح بات کے انتخاب کا امکان کم ہو جائے گا۔ شاید وہ آٹھ میں سے ایک بار ہی ایسا کر سکے، کیونکہ جیسے جیسے مواقع بڑھیں گے، صحیح انتخاب کا امکان کم ہو جائے گا۔ کیونکہ دونوں میں نسبتی تناسب ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب اس مثال کو قرآن پر آزمایئے۔ اگر کوئی شخص ان تمام موضوعات کی فہرست بنائے جن کے بارے میں قرآن مجید نے صحیح بیانات دیئے ہیں، تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب محض اندازے سے دیئے جانے والے بیانات ہیں، جو اتفاقاً درست نکلے۔ قرآن میں جن موضوعات پر بحث کی گئی ہے، وہ کثیر تعداد میں ہیں اور کسی کے لئے ان تمام موضوعات کے بارے میں حتمی فیصلے اور درست اندازے قائم کرنا بالکل ناممکن بات ہے۔ اگر قرآن میں لاکھوں باتیں ایسی ہوں جن میں غلطی کا احتمال ہو، مگر قرآن کی ہر بات پھر بھی صحیح نکلے تو یقیناً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی نے یہ سب کچھ محض قیاس کی بنیاد پر کہا ہوگا۔

ذیل میں ہم ان تین موضوعات کی مثالیں دیتے ہیں، جن کے بارے میں قرآن میں ٹھیک ٹھیک باتیں بتائی گئی ہیں۔ ان سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کس طرح تمام بدگمانیوں اور مخالفتوں کو ناکام بناتا چلا جاتا ہے۔

سورۃ النحل (۹) میں قرآن بتاتا ہے کہ شہد کی مادہ مکھی گھر سے شہد جمع کرنے کے لئے نکلتی ہے۔ اب کوئی شخص محض اندازے کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہے کہ شہد کی اڑتی ہوئی یہ مکھی نر ہوگی یا مادہ۔ دونوں میں سے اس کی کوئی ایک بات یقیناً صحیح ہوگی۔ اس لئے قرآن کی بات صحیح ہے۔ مگر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب وحی نازل ہوئی تو اس وقت زیادہ تر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے تھے کیا آپ نر اور ادہ مکھی کا فرق بتا سکتے ہیں؟ یہ کام تو کوئی ماہر ہی کر سکتا ہے، ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ لیکن سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ نر مکھی شہد جمع کرنے کے لئے اپنا چھتا کبھی نہیں چھوڑتی۔ تاہم شیکسپیئر کے ڈرامے ''ہنری چہارم'' کے بعض کردار شہد کی مکھیوں کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ شہد کی مکھیوں میں سپاہی مکھیاں بھی ہوتی ہیں اور ان کا ایک بادشاہ بھی ہوتا ہے۔

شیکسپیئر کے زمانے میں بھی لوگوں کا خیال یہی تھا کہ شہد کی اڑتی ہوئی مکھیاں ''نر'' ہوتی ہیں، جو چھتے پر واپس جا کر بادشاہ کو جوابدہ ہوتی ہیں۔ لیکن اس میں ذرا بھی صداقت نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ مادہ مکھیاں ہوتی ہیں اور ملکہ کو جوابدہ ہوتی ہیں۔ جدید سائنس گذشتہ تین صدیوں میں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بات کا کھوج لگانے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے۔

اب ہم پھر درست اندازوں کی فہرست کی طرف لوٹتے ہیں، جن میں شہد کی مکھیوں کے موضوع کے حوالے سے قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس کے صحیح یا غلط ہونے کا امکان ۵۰-۵۰ فیصد تھا۔ مگر بات صرف شہد کی مکھیوں کے موضوع تک ہی محدود نہیں۔ قرآن میں سورج کا حال بھی بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ خلاء میں کس انداز میں سفر کرتا ہے۔ اس موضوع پر بھی قیاس کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ جب سورج خلاء میں گردش کرتا ہے، تو اس کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ سورج یا تو خلاء میں اس طرح تیر سکتا ہے جس طرح کسی کا پھینکا ہوا کوئی پتھر تیرے گا۔ یا پھر وہ از خود اپنے طور پر سفر کرے گا۔ قرآن یہی کہتا ہے کہ سورج اپنے آپ حرکت کرتا اور اپنے محیط پر چلتا رہتا ہے۔(۱۰)۔ خلاء میں سورج کی گردش کا عمل سمجھانے کے لئے قرآن سَبَحَ (Sabaha) کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ قاری پر اس عربی فعل "سبح" کا مکمل مفہوم واضح کرنے کے لئے مندرجہ ذیل مثال دی جا رہی ہے۔

اگر کوئی شخص پانی میں ہو اور اس کے لئے سبح کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ شخص تیراکی (Swimming) کر رہا ہے۔ یعنی وہ از خود اپنے بل پر حرکت کر رہا ہے اور اس کا یہ عمل براہ راست کسی اور قوت کے زور کا نتیجہ نہیں ہے۔ جب یہی لفظ خلاء میں سورج کی حرکت کے بارے میں استعمال کیا جائے، تو اس کا قطعی یہ مطلب نہیں کہ سورج پتھر کی طرح پھینکے جانے پر یا کسی اور قوت کے زور پر بے قابو ہو کر خلاء میں پرواز کر رہا ہے۔ بلکہ اس کا سیدھا سادہ مفہوم یہی ہے کہ سورج اپنے محور پر گردش کر رہا ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے، لیکن کیا اس حقیقت کو دریافت کرنا کوئی آسان بات تھی؟ کیا کوئی عام آدمی یہ بات کہہ سکتا تھا کہ سورج اپنے محور پر گھوم رہا ہے؟ موجودہ زمانے میں ہی ایسے آلات ایجاد ہوئے ہیں، جن کی مدد سے سورج کی گردش کا مشاہدہ ممکن ہو سکتا ہے اور اب اسے بینائی زائل ہونے کا خطرہ مول لئے بغیر دیکھا جا سکتا ہے۔ ان آلات کے ذریعہ سورج کے مشاہدے سے یہ بھی پتہ چلا کہ نہ صرف سورج پر دھبے موجود ہیں، بلکہ یہ دھبے ہر ۲۵ دن پر متحرک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو جاتے ہیں۔ یہ حرکت سورج کی گردش محوری کہلاتی ہے۔ ۱۴ سو سال قبل قرآن میں بیان کی گئی یہ بات حرف بہ حرف سچ ثابت ہو جاتی ہے کہ سورج خلاء میں حرکت کرتا ہے اور اپنے محور پر گھوم رہا ہے۔

ہم ایک مرتبہ پھر قیاس اور گمان کے موضوع پر واپس آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی کی جنس اور سورج کی حرکت کے بارے میں صحیح بات کہنے کا امکان ۱/۴ ہے۔ ۱۴ سو سال پہلے کے لوگ طبقات وقت و زمانہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے، مگر قرآن میں اس موضوع پر حیرت انگیز بیانات ملتے ہیں۔ اس جدید دور میں بھی یہ تصور انسان کو حیران و ششدر کر دیتا ہے۔ کرہ ارض پر کہیں ایک خاندان طلوع آفتاب کے وقت ناشتہ کر رہا ہوتا ہے، تو اسی وقت کہیں کوئی اور خاندان رات کی گہری نیند کے مزے لے رہا ہوتا ہے۔ ۱۴ سو سال پہلے تو کوئی شخص دن بھر میں ۳۰ میل سے زائد مسافت طے نہیں کر سکتا تھا۔ بھارت سے مراکش تک سفر میں تو کئی مہینے لگ جاتے تھے۔ شاید ہندوستان سے آیا ہوا کوئی شخص جب مراکش میں رات کے کھانے میں مصروف ہوتا ہوگا تو وہ یہی سوچتا ہوگا کہ اس وقت ہندوستان میں بھی لوگ رات کا کھانا کھا رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ اسے یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ سفر کے دوران وہ طبقات وقت کی ایک سمت سے دوسری سمت کی طرف چل رہا تھا۔ لیکن قرآن چونکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ علیم ہے، اسی لئے ایسی باتوں کو خوب جانتا اور ان کا پورا علم رکھتا ہے۔

دلچسپ بات قرآنی آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جب تاریخ اپنے انجام کو پہنچے گی اور قیامت آئے گی، تو سب کچھ چشم زدن میں ہو جائے گا اور یہ وہ لمحہ ہوگا جب بعض لوگوں پر دن کا عالم ہوگا اور بعض پر رات کا۔ یہ مثال اللہ کی حکمت و قدرت کا کھلا ثبوت ہے کہ اللہ کو طبقات وقت کا پورا علم تھا، حالانکہ ۱۴ سو سال پہلے انسانوں میں اس قسم کی معلومات کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ یقیناً اس نوعیت کے قدرتی مظاہر کو نہ تو کوئی آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ یہ کسی کے تجربے میں آتے ہیں۔ قرآن کی صداقت ثابت کرنے کے لئے خود یہی حقیقت کافی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودہ مثال کے سلسلے میں ہم آخری بار پھر قیاس اور اندازوں کے موضوع پر واپس آتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان تینوں باتوں، یعنی شہد کی مکھیوں کا نر یا مادہ ہونا، سوج کی گردش اور طبقات وقت کے بارے میں صرف ظن وگمان سے صحیح فیصلہ ۸/ ا درست ہوسکتا ہے۔ یقیناً اس قسم کی خیالی وظنی مثالوں کی بحث کو طول دیا جاسکتا ہے اور ان کی فہرست طویل سے طویل تر ہوسکتی ہے، جس کے ساتھ غلطی کا امکان بھی بڑھتا جائے گا۔ مگر اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ محمد ﷺ نے جو کہ امی تھے ہزار ہا موضوعات کے بارے میں بالکل درست اندازے لگائے اور کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ وہ قرآن کے مصنف ہیں ایک ایسا نظریہ ہے جو مکمل طور پر مسترد کردیئے جانے کے لائق ہے اور اسلام کے بدترین دشمن بھی از روئے دیانت اسے قبول نہیں کرسکتے۔

دراصل قرآن اس قسم کے چیلنج کی توقع رکھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی شخص کسی غیر ملک میں داخل ہونے پر کسی سے یہ کہے "میں تمہارے باپ کو جانتا ہوں، میں اس سے مل چکا ہوں"۔ تو اس ملک کا وہ آدمی شاید اس کے الفاظ پر شک کرے گا اور یہی کہے گا کہ "تم ابھی تو یہاں آئے ہو، میرے باپ کو تم کیسے جان سکتے ہو؟ شاید وہ آگرا سے سوال جواب بھی کرے کہ "اچھا بتاؤ مرے باپ کا قد لمبا ہے یا چھوٹا؟ رنگ کالا ہے یا گورا؟ اس کی شکل کیسی ہے؟ اگر نو وارد ان سوالوں کا صحیح جواب دے، تو پھر شک کرنے والا بس یہی کہہ سکتا ہے کہ شاید تم میرے باپ کو جانتے ہو۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ تم اسے کس طرح جانتے ہو، مگر میرے خیال میں جانتے ضرور ہو۔ قرآن کے ساتھ بھی بالکل یہی معاملہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اسے اتارنے والا رب العالمین ہے، جو ہر چیز کا خالق ہے۔ اس لئے ہر ایک کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا ثبوت مانگے اور کہے کہ مجھے قائل کیا جائے۔ اگر اس کتاب کا مصنف واقعی زندگی تخلیق کرنے والا اور ارض وسما کی ہر چیز کا خالق ہے، تو پھر اس کو ان باتوں کا علم بھی ہونا چاہئے۔ آخر کار قرآن پر غور و فکر اور تحقیق کے بعد ہر ایک پر اس کی سچائیاں منکشف ہو جائیں گی۔ اس کے علاوہ یہ بات تو ہم سب بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس کی تصدیق کے لئے ہم سب کا تحقیق میں ماہر ہونا ضروری نہیں۔ حقیقت میں کوئی جیسے جیسے قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی سچائیوں کو پرکھتا اور ان کی تصدیق کرتا جاتا ہے اس کا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا مطالعہ قرآن کا یہ عمل تمام عمر جاری رہنا چاہیے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ سچائی کے راستہ پر ہر ایک کی رہنمائی کرے۔

ضمنی بیان

ٹورانٹو یونیورسٹی کے ایک انجینئر نے جو نفسیات میں بھی دلچسپی رکھتا تھا اور اس کا مطالعہ بھی کر چکا تھا، تحقیق کے بعد گروہی مباحثہ کی افادیت کے موضوع پر ایک مقالہ تحریر کیا۔ اس تحقیق کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ جو ب لوگ دو تین یا دس دس کے جتھوں یا گروپوں میں اکھٹا ہو کر بحث کرتے ہیں، تو اس سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ان کی معلومات کا گراف مختلف مقامات پر اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے، مگر دو کے معتدل نقطہ پر یہ بلند ترین درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب لوگ دو دو کی ٹولیوں میں بحث کرتے ہیں، تو وہ سب سے زیادہ کامیاب رہتے اور زیادہ صحیح نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ یقیناً یہ انکشاف اس کی توقعات کے بالکل خلاف تھا۔ لیکن قرآن میں یہی بات یاک انتہائی قدیم نصیحت کی شکل میں موجود ہے۔ قل انما اعظکم بواحدۃ ج ان تقوموا للّٰہ مثنیٰ وفردی ثم تتفکرو...... ○ ''کہو کہ میں تمہیں بس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کے لئے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو...... (۱۱)۔ اس کے علاوہ قرآن کی (۱۲) میں اِرم نامی کسی شہر کا (جو ستونوں کا شہر تھا) ذکر کیا گیا ہے۔ قدیم تاریخ میں اس شہر کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی مورخین کو اس کا کوئی علم تھا۔ لیکن ماہنامہ نیشنل جیوگرافک کے دسمبر ۱۹۷۸ء کے شمارے میں اس کے بارے میں دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۷۳ء میں ملک شام میں ایبلا شہر کی کھدائی کی گئی۔ معلوم ہوا کہ یہ شہر ۴۳۰۰ سال پرانا ہے۔ مگر صرف یہی بات تعجب خیز نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ محققین کو ایبلا کے کتب خانہ میں ان تمام شہروں کا ریکارڈ بھی ملا، جن کے ساتھ اس شہر کے کاروباری تعلقات تھے۔ اب آپ یقین کریں یا نہ کریں، مگر اس فہرست میں شہر ارم کا نام بھی موجود تھا، یعنی اہل ایبلا نے ارم کے لوگوں کے ساتھ کاروبار کیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخر میں میری آپ سے یہ گذارش ہے کہ آپ قرآن کی سورۃ العنکبوت، آیات ۵۰ و ۵۱ پر اچھی طرح غور وفکر کریں۔ ان آیات میں کہا گیا ہے: **وقالوا لولا انزل علیه ایت من ربه ط قل انما الایت عند اللّٰه ط وانما انا نذیر مبین ٥ اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتب یتلیٰ علیهم ط ان فی ذلک لرحمة وذکریٰ لقوم یومنون ٥** ''وہ کہتے ہیں کہ (محمد ﷺ پر) اس کا رب نشانیاں کیوں نہیں اتارتا۔ کہہ دو، نشانیاں اتارنا بیشک اللہ کا کام ہے۔ لیکن میں تو ایک صاف ڈرانے والا ہوں۔ کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے (یعنی اللہ نے) قرآن جیسی کتاب ان کے لئے اتاری ہے، جو ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے۔ درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) سورہ نور: ۴۰ (۲) سورۃ سبا: ۳ (۳) سورہ النساء: ۸۲

(۴) سورۃ القلم: ۵۱۔۵۲ (۵) سورۃ الشعراء: ۲۱۰ تا ۲۱۲

(۶) سورۃ النساء کی آیت ۸۲ (۷) سورۃ یونس کی آیت ۵۷

(۸) سورۃ الانبیاء آیت ۳۰ (۹) آیت ۶۸، ۶۹

(۱۰) سورۃ الانبیاء، آیت: ۳۵ (۱۱) سورۃ سبا، آیت: ۴۶

(۱۲) سورۃ الفجر، ایت ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجلّہ علوم اسلامیہ کے اسکالرز وقارئین کے لیے اہم اطلاع

نوٹ: ۲۰۰۹ء سے محرم تا جمادی الثانی مطابق جنوری تا جون کا شمارہ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہوگا

رجب تا ذی الحج مطابق جولائی تا دسمبر۔ عام موضوعات پر مشتمل ہوگا۔ لہٰذا مضامین سیرت جنوری تک عام مضامین جولائی تک موصول ہوجانے چاہیئے۔ مضمون کسی دوسرے رسالہ اخبار وغیرہ میں شائع ہوا ہو تو آگاہ کردیں۔ ہر شخص اپنا مضمون شائع کرواسکتا ہے البتہ مضمون ۱۰ تا ۲۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ مضمون کمپوز شدہ یا کاغذ کے ایک سائڈ صاف ستھرا لکھا ہو۔ متن کا سائز 7 +Font 4 سائز 14 عنوان کا سائز 24 ذیلی عنوان کا سائز 17 ہو مقالہ کا ایک پرنٹ اور فلاپی یا سی ڈی بھی ارسال فرمادیں اے میل بھی کیا جاسکتا ہے۔

''علوم اسلامیہ'' کا مضمون یا اس کا کوئی حصہ شائع کرنا چاہیں تو مجلّہ اور اس کا نمبر و تاریخ کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

اگر آپ ''علوم اسلامیہ'' کے مستقل مضمون نگار/ مقالہ نگار بن سکتے ہیں تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ مضامین اردو، عربی انگریزی اور سندھی زبان میں تحریر کیے جاسکتے ہیں۔ علوم اسلامیہ دنیا بھر کی لائبریریوں تحقیقی مراکز اور عام قارئین کو پیش کیا جاتا ہے۔

اساتذہ کرام اہل علم و تحقیق سے گزارش ہے کہ وہ ''علوم اسلامیہ'' کی کامیابی کے لئے ہمارے ساتھ ہر ممکنہ تعاون فرمائیں جزاک اللہ خیرا فی الدنیا والاخرۃ

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی
چیف ایڈیٹر

© rasailojaraid.com